

باب پنجم

ہفت تماشائے مرزا قتل

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب اُستاد جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

ہندوؤں کے رسم و رواج کے بیان میں

معیارِ شرافت | واضح رہے کہ کسی فرقے میں بھی اجلاں و اراذل کے رسوم و رواج نہ پہلے کبھی معتبر سمجھے گئے ہیں اور آج قابلِ لحاظ ہو سکتے ہیں، یہاں پر صرف اربابِ شرافت و مہمانت کے رسوم و رواج کا ذکر اسی اصول کے تحت کیا جاتا ہے۔ درحقیقت ہندوؤں کے پانچ فرقوں کا شمار شرفا میں ہوتا ہے جو برہمن، کھتری، راجپوت، بھیس اور کایتھ کے نام سے مشہور ہیں، چونکہ کشمیری برہمنوں کے سوا باقی برہمن امراؤ کی سرکاری نوکری پیشہ یا اہلِ دفتر، یا فرقہ سپاہ میں نہیں سوائے ایک محدود تعداد کے، بلکہ ان سب کا ذریعہ معاش غیر برہمن ہندوؤں کے لئے دعائے عمر و اقبال اور ان کے گھروں میں گدائی کرنا یا طلباخی اور صراحی برادری جیسی حدِ تمام دینا یا کم مرتبے کی دوسری صنعتوں سے معاش حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس سے روپیہ جمع کر کے وہ دوکانداری کر لیتے ہیں اور اس سے بھی ترقی کی توامراء سے سود پر لین دین شروع کر دیا۔ مگر کشمیری برہمن سب کے سب رشید، صاحبِ تقریر و تحریر اور عقل و ذکا کے حامل ہوتے ہیں اس لئے دوسرے برہمنوں سے بزرگی اور شرافت میں فوقیت رکھتے ہیں کیونکہ ان میں دوکان دار اور گدا بہت کم پائے جاتے ہیں اس لحاظ سے اعلیٰ پیشہ وراستی فرقے کے لوگ ہوتے ہیں۔ لہذا کشمیری برہمنوں کے پیشہ وروہ ہندو دوسروں سے بہتر ہوتے ہیں، کھتریوں میں پوربے باشندے سب کے سب اہلِ حرفہ اور اہلِ بازاری ہیں، اور ان میں بعضے اپنی ثروت کی وجہ سے دولت مندوں کی سرکار سے لین دین بھی رکھتے ہیں۔ اس فرقے میں نوکری پیشہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ ملازم ہیں وہ بھی دفتروں میں ہیں، سپاہی نہیں ہیں، اور اگر کوئی بڑھی

تو خال خال۔ گویا نادرجو معدوم کے ذیل میں داخل ہے۔ اور پنجاب کے تمام کھتری اہل دفتر یا سپاہی یا عامل پر گنہ ہوتے ہیں، ان میں رذیل پیشہ در اور دوکاندار پوریوں کے مقابلے میں بہت ہی کم ہیں، اس صورت میں پنجابی، پوریوں سے شریف تر ہوتے ہیں۔ پوریوں میں فارسی جاننے والے بہت کم پائے جاتے ہیں اور راجپوت یا توراجا اور زمین دار ہیں یا زراعت پیشہ ہوتے ہیں، بازاری، اہلکار (دفتری) یا نامور توشا نہی کوئی ہوتا ہوگا۔ اور بیس یعنی اگر دال، سراوگی اور ڈھوسرا، اکثر یا تو دوکانداری کرتے ہیں یا گھر بیٹھے بڑے امراء سے لین دین کرتے ہیں، راجپوتوں کے برخلاف اس فرقے میں سپاہی پیشہ، نوکری پیشہ اور حساب داں بہت کم لوگ پائے جاتے ہیں، اور ان میں اہل حرفہ بہت کم ہوتے ہیں، مگر وہ لوگ جو اس فرقے کے بارہ گروہوں کے باہر ہیں، وہ بازاری ہوتے ہیں، نچلے درجہ کے پیشے کرتے ہیں۔ کاپی میں اس گروہ کے دو تین نفر جو معمولی سی اجرت میں لوگوں کے کانوں کا میل نکالتے ہیں، ماتھر فرقے کے پائے گئے۔ مخمفر یہ کہ شرافت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نسبی اور دوسری حسبی۔ ہندو شرافت نسبی کو شرافت حسبی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو ایک صاحب فیل و بالک کو اپنی لڑکی کا رشتہ ایک بازاری سے نہ کرنا چاہئے۔ اور ہندوؤں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ داماد تو دلالی کرتا ہے اور اس کا خسر ہاتھی کی سواری پر چلتا ہے یا اس کا سالہ ایک بڑا امیر ہوتا ہے، اور بہنوئی بزاز کی دوکان میں پڑا ہوتا ہے یا علوانی خوا پنچہ کا ندھے پر رکھے گلی کوچوں میں گشت لگاتا پھرتا ہے، مگر مسلمانوں میں شرافت حسبی معتبر سمجھی جاتی ہے، کیوں کہ ایک امیر سید کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنی لڑکی ایک ایسے سید کے لڑکے سے منسوب کر دے جو عطاری کی دوکان کرتا ہو۔ دوسرے حسبی پیشے تو کس شمار میں ہیں، ہندوستان کی تو یہی رسم ہے، ولایت کے مسلمانوں کے رسم و رواج اور طور و طریقہ کا مجھ پورا علم نہیں ہے کہ ان کا بھی یہی طریقہ ہے یا اس کے برعکس۔ چونکہ ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت ہے اور اسلام کے غلبہ کی وجہ سے تمام لوگ مسلمانوں کے مطیع و پیروکار ہیں۔ اس لئے ہندوؤں میں جو شخص کھانے پینے میں تحصیل معاش اور حسن بیان میں مسلمانوں سے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ زیادہ شریف سمجھا جاتا ہے، گویا معیار شرافت وہ ہے جس کے مسلمان پابند ہیں۔ اس لحاظ سے آمانیا اور کشمیری برہمنوں کے سوائے کھتری اور کایتھ لوگوں کی شرافت بیس اور راجپوت فرقے کی شرافت کے

اعلیٰ اور ارفع ہے، کیونکہ راجپوت لوگ فارسی سے متعارف نہیں ہیں، اور اُن کی زبان اور لباس شاہ جہاں آبادیادوسرے مرکزی شہروں کے ساکنوں کی زبان و لباس سے مختلف ہے، اور میں دکان داری اور امراء سے لین دین کرنے کی بنا پر ان سے کم تر ہیں، لہذا بیسوں، راجپوتوں، کھتریوں، برہمنوں اور پیشہ ور کایتوں، اہل حرفہ اور گداؤں میں شرافتِ نسبی تو برہمن اور نوکری پیشہ کا ہتھ کے برابر ہی ہوگی، مگر شرافتِ حسی میں وہ کم سمجھا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک صاحبِ عزت فیل نشیں کھتری نے اپنی لڑکی ایک دکان دار کھتری سے منسوب کر دی تو اُسے پیشہ و برادری کے لوگوں میں یقیناً ذوقیت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ شرافت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے کیونکہ اُسے خسر کی طرف سے شرافتِ نسبی حاصل ہو جاتی ہے، دلیل ظاہر ہے کہ عمائدِ اسلام میں سے کوئی بھی مسلمان کسی بازاری کی تعظیم کرنا تو درکنار اُسے اپنی مجلس میں خوشی سے بٹھانا بھی پسند نہیں کرتا، تو یہ عقل سے کتنا مستبعد ہے کہ جب ایک حلیل القدر اور واجب التکریم ہندو کا داماد اپنے خسر کے ہم مرتبہ ذی اقتدار مسلمانوں کے سامنے آئے تو وہ لوگ اس سے تعظیم سے پیش آئیں۔ مختصر یہ ہے کہ اس فرقے کے اشراف اور غیر اشراف بظلالِ شرافت کی رو سے، جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے قدیم رسومات میں یکساں ہیں۔ اور جدید رسومات میں ایک دوسرے کی ضد۔

جدید رسمیں | چونکہ رسوماتِ جدید میں شرافت اور غیر شرافت کا فرق پایا جاتا ہے لہذا ان رسموں کو قدیم پر ترجیح دے کر اُن کا بیان پہلے کیا جاتا ہے۔

غیر جماعت کے ہندوؤں کا، جن کو مہذب مسلمانوں کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو، یہ دستور ہے کہ لڑکا صبح کو بیدار ہو کر اپنے والد کو سلام کرتا ہے چاہے وہ ایک ہی کمرے میں سوئے ہوئے ہوں، اور ان میں بعضے تربیت یافتہ لڑکے اپنے باپ کو آپ سے مخاطب کرتے ہیں۔ جو کلمہ تعظیم ہے، ورنہ عام طور سے دوسرے بالخصوص دلال اور دکان دار "تو" یا "تم" کہتے ہیں، حالانکہ رذیل مسلمانوں کی بھی یہی حالت ہے لیکن اُن کو کوئی شریفوں میں شمار نہیں کرتا۔ اور یہ فرقہ شرافتِ نسبی کی رو سے مہذب اور شائستہ ہندوؤں کی برابری کا دم بھرتا ہے، اس گروہ کے اکثر لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام کی منسل اپنی بچوں کے گلے میں ڈالتے ہیں، اور اُن کی نیاز کا کھانا پکواتے ہیں۔ اور اُن میں سے بیشتر لوگ شیعہ عقیدہ کی طرف

مائل ہو کر اپنے بچوں کے نام کا تعزیر مسلمانوں کے گھروں سے اٹھواتے ہیں، کچھ لوگ صوفیوں کے عقائد کی پیروی کر کے اپنے بھائیوں سے ٹھپ کر مسلمانوں کو عرس کیلئے روپیہ دیتے ہیں، اور کسی چشتیہ، ستادریہ یا سہروردیہ بزرگ کا عرس کراتے ہیں، ان میں سے کچھ لوگ اپنی عورتوں کو پردہ میں بٹھاتے ہیں اور مسلمانوں کی تقلید میں انہیں چوپال کی سواری میں اپنے رشتہ داروں کے یہاں بھیجتے ہیں۔

شاہ مدار کے نام کی چوٹی اور شاہ مدار کی نذر کیلئے اپنے بچوں کے سر پر چوٹی رکھتے ہیں۔ جب بچہ اُس عمر کو پہنچ جاتا ہے جس کی نیت انھوں نے چوٹی رکھواتے وقت کی تھی تو اُسے شاہ مدار کے مزار پر لے جاتے ہیں جو مکن پور میں واقع ہے اور وہاں جا کر اُس کے بالوں کو منڈواتے ہیں، اور دیگر جن میں نذر کا کھانا پاکو اگر مساکین، دُغرا کو کھلاتے ہیں بعد ازیں اُس نپتے کی موت سے بے خوف ہو جاتے ہیں۔

شاہ مدار | شاہ مدار کے حالات کے بارے میں مختلف روایات سنیں آتی ہیں، بعض اُن کو سید بتاتے ہیں مگر یہ بات بالکل غلط ہے، اس روایت کے منکر دو کا کہنا یہ ہے کہ وہ حلب کے یہودیوں میں سے تھے، مدت کے بعد شرف اسلام سے مشرف ہوئے اور درویشوں کی جماعت میں شامل ہو گئے، چونکہ اُن کے سر میں فنا فی اللہ کا سوا تھا اس وجہ سے اہل دنیا اور شریعت کے متقلدوں سے اُن کو کوئی سروکار نہیں رہا تھا۔ ہندوستانی جوگیوں اور دوسرے فقراء سے تعلیم باطنی حاصل کی تھی، اکثر وہ زمین پر پڑے رہتے تھے، اور فرش خاک اُن کا بستر تھا، ایک اور جماعت دوسری روایت بیان کرتی ہے، لیکن بعض لوگوں کے نزدیک تمام روایتوں اور اقوال میں یہی روایت زیادہ قوی ہے کہ وہ ایک یہودی تھے، کتب کے سفر میں سید اشرف جہانگیر، جن کا مزار فیض آباد اور بنارس کے مابین کچھ چھپا ہوا واقع ہے اور خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی اور شاہ مدار ہم عصر تھے۔ وہ امیر تیمور صاحب قرآن کے ہم عصر تھے، کچھ چھپا ہوا ایک مقام کا نام ہے۔ مختصر یہ کہ شاہ مدار کی خاک شین اور تجرودی وجہ سے شرافت کی قیود سے آزاد اور جاہل لوگ نیز مسلمانوں میں سے ضعیف عقیدے کے اور گمراہ لوگ خصوصاً پیشہ ور رزیل جیسے سبزی فروش، جلاہے، بھٹیاریے، تجارت پیشہ اور زنگریز اور اسی طرح کے لوگوں نے جو اُن کے معتقد تھے، انہیں مکن پور میں دفن کر دیا۔ بعضوں کے نزدیک اُن کی قبر حلب میں ہے اور مکن پور میں صرف جرحہ عبادت ہے۔ لیکن یہ روایت کمزور ہے۔ مختصر یہ کہ اپنی حیات میں وہ شریعت اور مقامات کی پابندیوں سے آزاد تھے، اور دوسرے

صوفیوں کے برعکس اُن کا کسی صوفیوں کے خانوادہ سے بھی تعلق نہ تھا، حالانکہ اہل شریعت اس بات کو بھی حق نہیں سمجھتے ہیں۔ بہر حال اُن سے کسی سلسلے کا آغاز نہیں ہوا، لیکن عزت دار لوگوں کے سوا زویل اور کم قدر مسلمان جوق در جوق اُن کے مزار کی پرستش کے لئے جاتے ہیں، اور رذالت اور جہالت کی وجہ سے اُن کو مرتبہ میں رسول اور امیر اسلام سے بھی بالاتر سمجھتے ہیں بلکہ خدا کے برابر پہنچا دیتے ہیں، چنانچہ آج تک ہر سال دُور دراز کی مسافرتیں طے کر کے سیاہ جھنڈے اٹھائے ہوئے ہزاروں مرد و عورت، بچے بوڑھے، جوان، جوق در جوق مکن پور آتے ہیں۔

اس زمانے میں جہاں تک نظر جاتی ہے چاروں طرف یہی زائرین اور نچلے طبقے کے لوگ اور اس سلسلے کے لاکھوں فقرا نظر آتے ہیں، کچھ پیشہ ور مسلمان اور بازاری ہندو بھی اس مجمع میں عقیدت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں، اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو اس سلسلے کے مریدوں کی تعداد سکھوں کے پیشوا

نانک شاہ پنجابی کے معتقدوں سے زیادہ ہی ہوگی۔ جس طرح ہر شہر کے امراء اور بازاری لوگوں میں نانک شاہ کے مرید پائے جاتے ہیں اسی طرح شاہ مدار کے مرید بھی جگہ جگہ ملتے ہیں، بلکہ یہ کلیہ سا بن گیا ہے اگر کہیں شہنشاہ میں کسی جگہ فقیر کا تکیہ لے، یہ آدمی خواہ کسی قصبہ یا دیہات کا ہو، غالب ہے کہ وہ تکیہ مداری کا ہو اور وہ فقیر شاہ مدار

کا مرید ہو۔ اور معدودے چند سنجیدہ اور صاحب علم مسلمانوں کے علاوہ اس گاؤں یا قصبے کے تمام مسلمان چاہے وہ بازاری ہوں یا خانہ نشین سب شاہ مدار کے مرید اور غلام ہوں گے، شاہ مدار کا نام بدیع الدین تھا اور عربی میں مدار کے معنی قرار گاہ کے ہیں اور پنجویں کی اصطلاح میں ستاروں کے دورہ کرنے کی جگہ کو

کہتے ہیں اور صوفیا کی اصطلاح میں یہ قطب کے مراتب میں سے ایک مرتبہ کے ہیں۔ القصبہ شاہ مدار کی درگاہ کے مجاور روزانہ علی الصباح تیار ہو کر چاروں طرف قافلوں کے راستے میں بیٹھ جاتے ہیں، جب کوئی قافلہ دُور سے آتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو دوڑ کر اُن کے قریب پہنچ جاتے ہیں اگر قافلے کے لوگ مسلمان

ہوئے تو انہیں اس طرح سے شاہ مدار کی زیارت کے لئے ترغیب دیتے ہیں کہ تفضی علیہ السلام، حسن و حسین اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب القاب مدار صاحب ہی کے ہیں۔ اگر ہندو ہوئے تو کہتے ہیں کہ رام، اوتار، کنہیا جی اور بھوانی یہ سب کے سب شاہ مدار ہی کے روپ ہیں، آئیے اور زیارت کیجئے

اور جو دلی تمنا ہو یہاں مانگئے۔ جلد ہی حاصل ہوگی، مکن پور نامی ایک قصبہ ہے جہاں شاہ مدار کا مزار ہے، لیکن یہ ضرور ہے کہ عقیدہ راسخ کے ساتھ شاہ مدار کی پرستش زیادہ تر پورب کے ہندوؤں میں اور خاص طور سے کایتوں کے فرقے میں ہوتی ہے۔

سرد سلطان | پنجاب کے ہندو سرد سلطان سے عقیدت رکھتے ہیں، مزار، ملتان کے قریب بنگا نامی گاؤں میں ہے، شاہ مدار کی طرح سرد سلطان بھی رذیل مسلمانوں اور شریف ہندوؤں کے حاجت روائے جاتے ہیں، بعض جہلاؤں کو بھی اہل سادات میں شمار کرتے ہیں، لیکن اس بیان میں کوئی اصلیت اور صداقت نہیں ہے، اور شرفاؤ کی ایک تعلیم یافتہ جماعت اس بات سے متفق ہے کہ خواجہ مودود چشتی، جو خانوادہ چشتیہ کے بزرگوں میں سے تھے، اور خواجہ معین الدین چشتی کا سلسلہ چند واسطوں سے ان تک پہنچتا ہے، وہ ایک قطب الاقطاب کے مرتبے پر فائز تھے، یعنی اگر کسی مقام کا قطب فوت ہو جاتا تو خواجہ ہی کے حکم سے وہاں سرا قطب مقرر کیا جاتا تھا ان کے زمانہ حیات میں سلطان سرور چوروں کے گروہ میں شریک تھے، روایت ہے کہ ایک رات سر شام ہی سے انھوں نے خواجہ کی خانقاہ کی پھیت میں نقب لگانا شروع کیا۔ لیکن انتہائی کوشش کے باوجود صبح تک بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے، اور نقب لگانے کا اذرا بھی ٹوٹ گیا۔ اسی اثناء میں خواجہ کے ایک مرید نے مراقب ہو کر عرض کیا کہ اس وقت ملتان کے قطب کا انتقال ہو گیا اس کی جگہ کسی دوسرے قطب کا تقرر ہونا ضروری ہے۔ خواجہ کو از روئے کشف چور کا آنا اور ساری رات محنت کرنا معلوم تھا۔ انھوں نے اپنے مرید سے کہا کہ یہ غریب کسی نفع کی توقع لیکر یہاں آیا تھا۔ محنت شاقہ کے باوجود اس کی ناکامی دیکھ کر دل نہیں چاہتا کہ وہ اس دروازہ سے خالی ہاتھ واپس جائے۔ رحم کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو ملتان کا قطب مقرر کروں۔ مرید نے کہا کہ جیسا آپ مناسب خیال فرمائیں، الغرض سلطان سرور کو ملتان کا قطب مقرر کر دیا گیا۔ ملتان کے بعض شرفاء خصوصاً شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید شیخ بہاء الدین کریم ملتان کے روضہ مبارک کے مجاوروں کا کہنا ہے کہ بنگا میں ہرگز کوئی قطب دفن نہیں ہیں بلکہ اس گاؤں کے باشندوں نے اس جگہ ایک چمار کا سردفن کر رکھا ہے، حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے، مجھے یہ نہیں معلوم۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی قرین صحت ہے، نظر بظاہر دوسری روایت میں عداوت کی بنا پر جھوٹ کا

البتہ جو کچھ مشہور ہے اور دیکھنے میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ جاہل اور ذلیل مسلمان نیز پنجاب کے ہندو شرفاء سب کے سب ارادت اور اخلاص سے اُن کے آستانے پر سر ٹیکتے ہیں، سلاطین تیموریہ کے تسلط سے قبل کے ہندوستان کے بادشاہوں میں سے کسی نے اُن کے مزار پر دو بدعشتانی لعل بھی بطور نذرِ عقیدت پیش کئے تھے، اور اُسی دن سے اُن کا لقب پیر صاحب لعل ہو گیا۔

فرقہ پرہی اور لٹڈی | چنانچہ آج تک رذیل مسلمانوں کا ایک فرقہ پرہی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لوگ بڑی عقیدت کے ساتھ دھول بجا بجا کر اور ان کا نام گا گا کر پڑھتے ہوئے رقص کرتے ہیں، اور سامعین کو بھی بجاتے ہیں، پنجاب میں اسی ناچ کو لٹڈی کہتے ہیں، اس گانے میں یہ تاثیر ہے کہ اکثر دردمند رذیلوں اور جاہل شریفوں پر رقت کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پنجاب میں جب کسی ہندو لڑکے کی شادی ہوتی ہے تو در پرہی اس کے مکان کے صحن میں آکر دو لہا اور داہن کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دھول بجانا اور گانا شروع کر دیتے ہیں، اور جب عمروں سلطان کا نام ان کی زبان پر آتا ہے تو پیر اٹھا کر ناسچرے

لگتے ہیں، اور جب رقص کا بازار گرم ہو جاتا ہے تو ہندو لڑکا اور اس کی بیوی دونوں اس لڑکی میں ہی کی آواز پر رقص کرتے ہیں، اُن کے عقیدہ کے مطابق یہ بہت اچھا شگون ہے، پرامیوں کے گانے میں تین ہی موضوع ہوتے ہیں یا تو سرور سلطان کی مدح جو پیر محل تھے یا پھیر نامی ایک برہمن کا واقعہ بیان کرتے ہیں جو ابتدا میں نان شبینہ تک کو محتاج تھا اور بالآخر سرور پر عقیدہ راسخ کی وجہ سے اُس نے ترقی حاصل کی، یا نواب

نکریا خان المشہور بخان بہادر ناظم لاہور و ملتان ابن نواب عبدالصمد خان بہادر و میر جنگ کے عدل و انصاف کا بیان ہوتا ہے، پھر و، ایک ہندو کا نام ہے اور بعض مقبرہ راویوں سے سنا گیا ہے کہ معزز الدین جہا ناز شاہ جب اپنے والد شاہ عالم بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر خلیفہ مکاں کی وفات کے بعد تخت شاہی چڑھ کر ہوا

تو اُس نے سرور کے نوبت خانے کے لئے چاندی کے تھارے بھیجے تھے، اس بات سے عوام میں سرور سلطان کا اعتقاد اور بھی بڑھ گیا۔

سرور سلطان اور ہندو | سرور کے ہندو مرید اپنے مذہبی پیشواؤں کو بھی بزرگ مانتے ہیں لیکن درگاہ الہی سے اپنی حاجت روائی کے لئے سرور ہی کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں، اور دنیا میں انہیں جو بھی ترقی نصیب ہوتی ہے اُسے سرور کی عنایت ہی کا ثمرہ سمجھتے ہیں، ہر جمعرات کو اُن کی نیاز کا حلو اقسیم کرتے ہیں، اور اُس دن ہر گھر کی کسی کوٹھری میں ایک دیا بھی جلاتے ہیں، یہاں تک کہ شاہ جہاں آباد میں بھی کسی کسی ہندو کے یہاں کوٹھری میں سرور کے نام کا چسراغ روشن پایا جاتا ہے۔ سرور کے مریدوں کا اعتقاد ہے کہ اگر کوئی ہندو جو سرور کا معتقد ہو بغیر ذبح کیا ہوا کسی جانور کا گوشت قصداً کھائے تو کسی کسی بلا میں ضرور مبتلا ہو جاتا ہے اور اگر سور کا گوشت کھا لیتا ہے تو کوٹھری ہو جاتا ہے یا اس کے جسم پر ایک پھوٹا اُگل آتا ہے، جس کی بدولت جسم میں کیرے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ بہت جلد مر جاتا ہے۔

سرور سلطان کی چھڑیاں | جس طرح نچلے طبقے کے مسلمان نزدیک و دور سے جھنڈے لے لیکر شاہ مدار کے مزار پر ہر سال جمع ہوتے ہیں اُسی طرح ہر سال ہر شہر کے باہر سرور کے نیزے بھی اُٹھائے جاتے ہیں اور پرانی ہر جھنڈے کے نیچے ڈھول بجاتے ہیں اور اپنے پیر کی مدح میں گیت گاکر ناچتے ہیں، اور دوسروں کو بھی بجاتے ہیں، اور تمام لوگ خواہ ہندو ہوں یا مسلمان جوق در جوق تماشہ دیکھنے جاتے ہیں، نیز تجارت پیشہ لوگ اپنے منافع کی امید میں چھوٹی بڑی دوکانیں نئے نئے انداز سے سجاکر اُن میں انواع و اقسام کی مٹھائیاں اور دیگر اشیائے خوردنی چنتے ہیں، اور کچھ لوگ اپنی دوکانوں پر شامیانے بھی لگاتے ہیں، بہر حال اسی ہائے دہویں ساری رات گزر جاتی ہے۔ یہ لوگ بنگاہ کے لئے روانہ ہوتے ہیں، لیکن سارا مجمع یہ سفر اختیار نہیں کرتا کیونکہ جو تماشہ میں ہیں خواہ وہ معتقد ہوں یا غیر معتقد، شہر کو واپس چلے جاتے ہیں، اور بعض دوکاندار بھی اپنی چیزوں کو فروخت کر کے اُن کے ساتھ ہی واپس آ جاتے ہیں، لیکن پرانی اور حاجت مند سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں، اور کچھ دوکاندار بھی منافع کی غرض سے اُن کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ بنگاہ کو جانے والے زائرین کی تعداد کا اندازہ صرف ایک ہی شہر سے کر لینا چاہئے، یعنی ایک شہر کی آبادی کو جس میں پرانی اور سرور کے معتقدین اور میلے میں دوکان

لگانے والے ہوتے ہیں ان کے مجموعے کو ایک ہزار سے ضرب دینا چاہیے۔ کوئی بڑا شہر اُس کی آبادی اور کوئی بڑا لشکر اُس کے ہنگامے اور رونق کو نہیں پہنچ سکتا۔ ہندوستان میں یہ مثل مشہور ہے کہ اگر رزیدوں اور اجلاؤں کا مال پیر نہ کھائیں تو یہ لوگ شرفاء کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے اور انہیں خاطر میں نہ لائیں گے، ان فرقوں کے لوگ سال بھر میں جو کچھ کماتے ہیں وہ سارا کم پور، بنگاہ اور بہرائچ میں، یہ ہندوستان میں ایک قصبہ ہے جہاں مجہول النسب سالار مسعود غازی کا مزار واقع ہے، صرف ہو جاتا ہے۔

سالار مسعود غازی | اور مسافت کی دوری کی وجہ سے بعضے اجلاؤں کا تو تمام سال ان مقاموں کی آمد و رفت ہی میں گزر جاتا ہے، بنگاہ کو جانے والے سردار پرست ہندوؤں کی بھیلیوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ بہلی، رتھ کی طرح ایک چیز ہوتی ہے جو کڑی کے دو گول پہیوں پر قائم ہوتی ہے۔

سالار مسعود کی شخصیت بھی شاہ مدار اور سردار سلطان کی طرح ہے، اور کسی بات میں اُن سے کم نہیں کہا جاسکتا، پنجاب کے رزید ہندو اور مسلمان جو سردار سے اعتقاد رکھتے ہیں وہ سردار کی بھوٹی قسم نہیں کھاتے یہی حال میواتی اور پورب کے باشندوں کا شاہ مدار اور سالار مسعود کے ساتھ ہے۔

سالار کو سید سالار کہتے ہیں، اور انھیں جناب محمد بن حنفیہ کی اولاد میں بتاتے ہیں، انھیں سلطان محمود سبکتگین کا بھانجا بھی کہا جاتا ہے۔ مشہور ہے کہ وہ اپنے ماموں کے لشکر کے سپہ سالار تھے اور بادشاہ کے حکم سے انھوں نے ہندوستان پر قبضہ کیا تھا۔

چتلی قبر | اُن کے ساتھیوں نے مختلف جگہوں پر شہادت پائی۔ شاہجہاں آباد میں ترکمان دروازے کے قریب اعظم خان مرحوم خوش طعام کی حویلی کے متصل ایک منقش قبر جو چتلی قبر کے نام سے مشہور ہے، یہ سالار مسعود کے ایک ساتھی سید روشن علی کی قبر بتائی جاتی ہے۔ چتلی ٹونٹ سماعی ہے۔ اور شاہ جہاں آباد کی زبان (اردو) میں ہر منقش چیز کو چتلی کہتے ہیں۔

سالار مسعود کی شہادت | خلاصہ یہ ہے کہ سالار مسعود کافروں سے جنگ و جدال کرتے ہوئے بہرائچ پہنچ کر شہید ہوئے تھے۔

سالار مسعود کی شادی | اور بیان کیا جاتا ہے کہ آدھ سے ایک منزل کے فاصلے پر رُردولی نامی قصبہ میں

سالار مسعود کی منگنی ہو چکی تھی۔ ہندوستانی رسم کے مطابق عقد کی رات سے ایک ہفتہ پہلے دو لہا کے ہاتھیں لٹیم کا ایک دھاگا باندھا جاتا ہے۔ وہ اُن کے ہاتھیں بھی باندھا گیا تھا۔ اتفاق سے عقد کی شب کو ہی یا اس سے دو تین دن پہلے کافروں کے غلبے کی خبر سُن کر وہ قصبے سے نکل گئے اور جنگ میں کام آ گئے، اسی وجہ سے ہر سال کی اُسی رات کو اُن کا پلنگ اور بستر قصبہ رُردولی میں ایک مقفل جُڑے سے باہر لایا جاتا ہے، اور بہت سے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں لیکن جیسا اجتماع بہرائچ میں دیکھا گیا ہے، رُردولی میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہوتا۔

سلطان محمود | سلطان محمود یعنی سالار مسعود کے والد سادہ سالار کی قبر لکھنؤ سے دس منزل کی دُوری پر سترک نامی موضع میں بتائی جاتی ہے۔ سالار مسعود کی زیارت کو جانے کے ایام میں یہاں بھی بڑا مجمع ہوتا ہے اور تین دن تک اُن کے آستانے پر عبادت میں مصروف رہتے ہیں، گر دونواح کے امراء اپنی حاجتوں کے برائے پر اُن کے مزار پر نیا غلاف چڑھاتے ہیں۔ اور اس عمل کو عقبی کیلئے سرمایہ سوادت اور دُنیوی ترقیوں کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ مسلمان فقیر اُن کو شہید اور دُوسروں کو ولی کہتے ہیں، اجلاف مسلمانوں کی طرح ہندو بھی اپنے بچوں کے سر پر اُن کے نام کی چوٹی رکھتے ہیں اور مقبرہ مدت کے اعتقاد کے بعد بہرائچ جا کر اُسے اُترواتے ہیں۔ اور پورب کے بعض شرفاء کا سلسلہ نسب سالار مسعود کے رفقاء تک پہنچتا ہے۔ یعنی یہاں کے سیدوں اور شیخوں کے آباؤ اجداد اُن کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے، خدا کرے کہ یہ باتیں صحت و صداقت پر مبنی ہوں ورنہ ان باتوں کے جھوٹ ثابت ہونے سے اکثر محرز خاندانوں کے شجرہ ہائے نسب میں فرق پڑ جائے گا۔

شیخ سَدُو | بعض نچلے طبقے کے مسلمان اور کچھ اسی طرح کے ہندو شیخ سَدُو کی پرستش بھی کرتے ہیں شیعوں کے نزدیک شیخ سَدُو ایک مجہول النسب شخص ہے اور یہ سالار مسعود اور شاہ مدار اور سرور سلطان سے بھی گئی گزری شخصیت ہے، اُن کی نذر کے لئے زیادہ تر بجا ورنہ بکری ذبح کر کے پکائی جاتی ہے، یہ کھانا ہر شخص کو نہیں کھلاتے کیونکہ جو ایک مرتبہ اُن کی نذر کا کھانا کھا لیتا ہے اُس کی گردن پر موار ہو کر شیخ سَدُو

ہر سال اس سے نذر کا بکرا وصول کرتے ہیں یعنی اُس پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ سُدّو کے نام کا بکرا ذبح کر کے اُن کے معتقدوں کو کھلائے، آدمی کی گردن پر سوار ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب اُن کی نذر کے ایام قریب آ جاتے ہیں تو اگر وہ شخص جس نے اُن کی نذر کا کھانا کھایا ہو تا ہے، نذر کا بکرا چڑھانے کا خیال نہیں رکھتا تو اُس کا سر خود بخود چکر کھانے لگتا ہے اور دونوں آنکھیں سُرخ ہو جاتی ہیں اور سعد سے میں ہلکا ہلکا درد شروع ہو جاتا ہے، اگر وہ نذر پوری کر دے تو بھلا چنگا ہو جاتا ہے، دُریہ بیماری بڑھتی ہی رہتی ہے، چونکہ انسان کا دامنہ خلاق ہوتا ہے اور لوگ تو ہم پرست ہیں اس لئے اُن اجلات کا ایسے مصائب میں گرفتار ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ رزق عورتیں غسل کے بعد بھر کیلا لباس پہن کر اور عطر پھیل لگا کر سر کو دھننا شروع کر دیتی ہیں —

غیر ملکی (ممبران) معاوین ندوة المصنفین

اور

خریدارانِ بُرہان سے ضروری گزارش

پاکستان اور دیگر ممالک کے ممبرانِ ادارہ کی خدمت میں
یاد دہانی کے خطوط اور پروفارمابل وقتاً فوقتاً ارسال کئے
جا رہے ہیں۔ فوری توجہ فرماتے ہوئے رقم ذریعہ ڈرافٹ
ارسال فرما کر ممنون فرمائیں :

نیازمند

(منیجرِ سالِ بُرہان دہلی)